Vol. 5 No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ذکاءالرحمن کے افسانوں میں جنوبی پنجاب کی تہذیب و معاشرت

THE CULTURE OF SOUTH PUNJAB IN THE SHORT STORIES OF ZAKA-UR-REHMAN

مہ پارہ حسن

پی ایچ۔ڈی اُردو اسکالر، اِدارہ زبان و ادبیات اُردو، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر محمد کامران

پروفیسر، اِدارہ زبان و ادبیات اُردو، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

ABSTRACT

South Punjab has majority of Saraiki speakers in the southern part of Punjab province. Zaka-ur-Rehman was a distinguished fiction writer and former Adab-e-Latif editor. Four collection of Rehman's Urdu short stories and two novelettes were published in his life. His short stories are a reflection of the life of the people of South Punjab and Cholistan. A sense of deprivation and anguish is all around in his characters, who seem to be unhappy and depressed due to the social and political injustice and exploitation of mankind. In this article, I have described the short stories of Zaka-ur-Rehman regarding life and culture of the South Punjab. Zaka-ur-Rehman used the desert as a background to highlight the impressions of the civilization and society of South Punjab in myths. The beautiful marques of South Punjab's civilization and society can be found in his fictions. He highlighted the backwardness, mental conservatism and bodhisattva style of the districts of South Punjab in his fictions with artistic dexterity. Zaka-ur-Rehman lived day and night in South Punjab

Keywords: Zaka-ur-Rehman, fiction writer, short stories, reflection, sense of deprivation, civilization and society, myths, artistic dexterity.

ذکاءالرحمن ایک نظریاتی افسانہ نگار ہیں۔ ان کے افسانے خاص انفرادیت کے حامل ہیں۔ انسانی زندگی مزاجوں کے اختلاف سے عبارت ہے اور یہی زندگی کا حسن ہے۔ اسی طرح ذکاءالرحمن بھی اپنے اچھوتے، منفرد اور جداگانہ اسلوب کی بناءپر انفرادی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی تخلیقات ان کے ذوقِ سفر کی دلیل ہے۔ انھوں نے افسانہ نگاری میں نہ صرف روایتی اسلوب سے انحراف کیا بلکہ ان کے موضوعات کا دائرہ کار بھی وسیع کیا۔ ان کے منفرد طرزِ تحریر میں نہ صرف ان کی شخصیت کے پوشیدہ گوشے اجاگر ہوتے ہیں بلکہ انسانی نفسیات کے ان گنت دریچے واہوتے ہیں۔ انھوں نے ذاتی تجربات اور مشاہدات کو جداگانہ انداز میں تحریر کیا۔ ان کے افسانوں کا آغاز آپ بیتی کی صورت میں ہوتا ہے جو رفتہ رفتہ جگ بیتی کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

موضوعات کے حوالے سے ذکاءالرحمن کی کے افسانوں میں تنوع پایا جاتا ہے۔ ان کے ابتدائی دور کے افسانوں میں جنوبی پنجاب بالخصوص بہاولنگر کی تہذیب و ثقافت کے مختلف نقوش ملتے ہیں۔ اس سے قبل بھی اردو افسانہ نگاری میں دیہات کا پس منظر ملتا ہے مگر جنوبی پنجاب کے لوگوں کا طرزِ حیات کا ذکر خال خال ہی ملتا ہے۔ مصنف نے جنوبی پنجاب کے پس ماندہ علاقوں خاص طور پر روہی چولستان کے باشندوں کی محرومیوں اور دکھوں کو اپنے افسانوں میں نہ صرف اجاگر بلکہ سائنسی اور ترقی یافتہ دور کے حوالے سے معاشرتی اور معاشی مسائل کو بھی موضوع بنایا۔ ان کا پہلا افسانوی مجموعہ ”درد آئے گا دبے پاؤں“ میں جنوبی پنجاب کی تہذیب و ثقافت کی صحیح معنوں میں عکاسی کی گئی ہے۔ اس میں صحرا کی زندگی بسر کرنے والے لوگوں کے طرزِ بودوباش، طرزِ فکر اور نفسی کیفیات کو فنی چابکدستی سے بیان کیا ہے۔

Vol. 5 No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ذکاءالرحمن 24 دسمبر 1942ء کو بہاولپور میں پیدا ہوئے۔ ہارون آباد سے ابتدائی اور ثانوی تعلیم حاصل کرنے کے بعد انٹر میڈیٹ اور گریجویشن لاہور سے کیا۔ دورانِ حصولِ تعلیم ہی ادبی محفلوں میں شرکت شروع کر دی۔ دسمبر 1965ء سے جنوری 1967ء تک معروف ادبی جریدے "ادب لطیف" کے مدیر رہے۔ اس کے علاوہ کراچی سے دسمبر 1970ء میں ماہنامہ "نئی نسلیں" جاری کیا۔ ان کا پہلا افسانوی مجموعہ "درد آئے گا دبے پاؤں" (1967ء) میں اور زمین (1987ئ) خواب سنگین (1991ء) ذات کے اندر (2010ء) ذکاءالرحمن کے افسانے (کلیات) (2011ء) اس کے علاوہ ناول "دور چراغ محفل" (1965ء) اور "پت جھڑ کا آخری دن" (1968ئ) میں شائع ہوا۔ ذکاءالرحمن نے اسی کی دہائی میں پاکستان ٹیلی ویژن کراچی سنٹر کے لیے بے شمار ڈرامے تصنیف کیے۔ جن میں سے ایک ڈراما آج بھی پی۔ ٹی۔ وی اولڈ ڈرامے (PTV Old Drama) میں "ویٹنگ روم" کے نام سے دستیاب ہے۔ منفرد اسلوب اور طرز تحریر رکھنے والے افسانہ نگار 3 جولائی 2016ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

برصغیر پاک و ہند میں دیہات کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ دیہات کو مشرقی اقدار و روایات کا امین تصور کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اردو افسانہ نگاروں نے دیہات کو پس منظر بنا کر ادب بالخصوص افسانے میں مثبت اقدار و روایات کو اپنا موضوع بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اردو افسانے میں معاشرت کے روشن اور تاریک گوشوں کو اجاگر کیا ہے۔ ہمارے ہاں دیہی تہذیب و ثقافت کو موضوع بنا کر لکھنے والوں میں سے پریم چند، سدرشن، علی عباس حسینی، اعظم کریوی، بلونت سنگھ، احمد ندیم قاسمی، غلام الثقلین نقوی، صادق حسین اور جمیلہ ہاشمی کے نام سرفہرست ہیں۔ ان افسانہ نگاروں نے معاشی و معاشرتی صورت حال، ذہنی قدامت پرستی، دیہی زندگی کی کشمکش، فرسودہ رسوم و رواج، جاگیردارانہ نظام کی منافقت اور جبر و استبداد جیسے موضوعات کو اپنے افسانوں میں جگہ دی۔ ان افسانوں میں ایثار و قربانی، خلوص و محبت اور دُکھ سکھ کے لمحات میں ایک دوسرے کے کام آنے والے لوگوں کے نہایت خوبصورت مرقع پیش کیے۔

اردو افسانے میں ذکاءالرحمن نئی جہتیں، اور نئے رُخ متعارف کرواتے نظر آتے ہیں۔ ان کے افسانوں کا موضوع جہاں جنوبی پنجاب کو روح میں اُتارنے کی کاوش ہے وہاں انسان کے اندر سے جنم لینے والی کہانیاں جب ان کا موضوع بنتی ہیں تو کڑوے اور کسیلے حقائق کو صفحہ قرطاس پر منتقل کرتی چلی جاتی ہیں۔ ذکاءالرحمن اپنے نوسٹلجیائی شعور سے تخلیقی توانائی شامل کرتے ہیں۔

ذکاءالرحمن نے صحرا کو پس منظر بنا کر جنوبی پنجاب کی تہذیب و معاشرت کے نقوش افسانوں میں اجاگر کیے۔ جنوبی پنجاب کی تہذیب و معاشرت کے خوب صورت مرقعے ان کے افسانوں میں جا بجا ملتے ہیں۔ جنوبی پنجاب کے اضلاع کی پسماندگی، ذہنی قدامت پسندی اور طرز بود و باش کو اپنے افسانوں میں فنی چابکدستی کے ساتھ اجاگر کیا۔ ذکاءالرحمن نے اپنی زندگی کے شب و روز جنوبی پنجاب میں بسر کیے۔ انھوں نے جہاں جنوبی پنجاب کے میلوں ٹھیلوں اور رسوم و رواج کی دل آویز تصاویر پیش کیں وہیں وہ صحرائے مروٹ میں زندگی بسر کرنے والے غیر متمدن، غیر تہذیب یافتہ افراد کو بھی زیر بحث لائے۔ جنوبی پنجاب کی تہذیب و معاشرت کی عکاسی کے حوالے سے ان کے افسانے "بابا نورا"، "ڈپٹی کمشنر"، "سرحد"، "تِلی"، "ایک جذبہ شعلہ نما"، "صحرا کی زنجیر"، "صورت گر، کُن" اور "چھوٹی کی دنیا" قابلِ ذکر ہیں۔ ذکاءالرحمن کے افسانوں میں جنوبی پنجاب کی تہذیب و معاشرت کی عکاسی کے حوالے سے ڈاکٹر انوار احمد رقم طراز ہیں:

> "ذکاءالرحمن نے اُردو افسانے میں پہلی مرتبہ صحرائی پنجاب کی روح کو اتارنے کی کوشش کی ہے، یہ صحرائی ثقافت اُجڑیا نیم متمدن باشندوں کی بے ریارویوں کے فطرت سے مکالمے کے نتیجے میں چولستان کے ذرے ذرے میں آباد دکھائی دیتی ہے"۔(۱)

ان کا پہلا افسانوی مجموعہ "درد آئے گا دبے پاؤں" کے تقریباً تمام افسانوں کا پس منظر جنوبی پنجاب کا وہ علاقہ ہے جو بہاول پور، ہارون آباد، بہاول نگر اور صحرائے چولستان پر مشتمل ہے لیکن یہ پس منظر ایسے موضوعات کو نمایاں کرتا ہے جو کائنات کی انسانی روح کے اسرار سے تعلق رکھتا ہے۔

Vol. 5 No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ذکاء الرحمن کا افسانہ "سرحد" مشمولہ درد آئے گا دبے پاؤں میں بیکانیر اور مروٹ کے صحرائی پس منظر کو پیش کیا گیا ہے۔ افسانے کا مرکزی کردار گلارا ہے جس کے عزیز و اقارب بیکانیر کے قحط کی نذر ہو گئے۔ گلارے نے قحط سے بچنے کے لیے بیکانیر کی سرحد عبور کر کے مروٹ کے صحرائی علاقے میں قدم رکھا لیا۔ مصنف کے مطابق وہاں گلارا اور اس کے قبیلے کے لوگ ایٹمی دور میں بھی مٹی کے برتنوں سے آشنا ہیں۔ گلارا کا کردار ان لوگوں کی نمائندگی کرتا ہے جو سائنسی دور میں بھی قدرتی آفات اور بہت سے مسائل شکار ہیں۔ ان لوگوں کی مشکلات کی عکاسی مصنف یوں کرتا ہے:

"ہڈیوں کے اندر تک اُتر جانے والی سردی، بدن کو بھوننے والی گرمی، آنکھوں کے اندرونی پردوں کو بھی جھلسا دینے والی صر صر، ٹوبے کا گدلا پانی، سب اس کا مقدر تھے اور آج بھی وہاں رہنے والے ہر انسان کا مقدر ہیں"۔(۲)

اسی طرح افسانہ "ہنگامہ" مشمولہ درد آئے گا دبے پاؤں میں ایک چھوٹے قصبے ہارون آباد کے پس منظر میں ایک لڑکی کی کہانی ہے جو ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ناانصافی اور انسانی حقوق کے غصب کی داستان ہے۔ ہارون آباد کے ایک قریبی قصبے کے نواحی گاؤں سے تعلق رکھنی والی یہ معصوم اور خوبصورت سی لڑکی عائشہ ایک ادھیڑ عمر کسان کی بیٹی ہے جو کالج میں تعلیم حاصل کرنے کی شوقین ہے وہ جب گنگناتی بھی ہے تو اپنا ایک خود ساختہ گیت گنگناتی ہے:

'اڑی میں پر لگا کر اڑ جاؤں۔۔ہارون آباد کے سکولوں کی طرف اُڑ جاؤں"۔(۳)

افسانہ " تِتلی "میں بھی افسانہ نگار جادو اور تصوف کے درمیان منطقے کی کہانی کی صورت بیان کرتا ہے۔ تِتلی تماشا بھی ہماری ایک لوک روایت ہے۔ مصنف نے تِتلی کو موضوع بنا کر ہماری لوک روایتوں کو اجاگر کیا ہے۔ یہ ہماری وہ تہذیب و ثقافت ہے جو عالمگیریت کے اس دور میں مٹتی چلی جا رہی ہے۔ مصنف نے نئی نسل کے لیے ہماری لوک روایت کو زندہ رکھا ہے۔

"چھوٹی سی دنیا" ایسے خاندان کی کہانی ہے جو نہایت ایمان دار، محنتی اور سچے ہیں۔ وہ تین نسلوں سے ایک ہی مکان میں آباد اور ناقابل شکست عزم کے ساتھ کھیتوں میں کام کرتے۔ اس افسانے میں دیہات کی پر لطف زندگی اور مہمان نوازی کا ذکر نہایت خوبصورت فلسفیانہ پیرائے میں کیا گیا ہے:

"ان لوگوں نے کبھی زیادہ کی تمنا نہیں کی اور خدا نے کبھی تھوڑا دیا نہیں۔ انھیں اپنا مقام معلوم تھا۔۔۔اس مقام پر شاید انھیں نئی تہذیب کی چکا چوند روشنی تو میسر نہ ہو لیکن سکون اور طمانت کی دولت ضرور نصیب تھی"۔(۴)

افسانہ "اک جذبہ شعلہ نما" میں ذکاء الرحمن نے اپنے آبائی شہر ہارون آباد اور اس کے گرد و نواح کے حالات و واقعات اور وہاں رہنے والے لوگوں کی خوب عکاسی کی ہے۔ میلے ٹھیلے ہمارے پنجاب کی ثقافت کی پہچان ہیں۔ یہ میلے فصلوں کی کاشت سے لیکر اولیاء اللہ کے عرسوں کی صورت میں ہوتے ہیں۔ یہ ہمارے ایسے ہمارا ثقافتی تہوار ہیں جو نہایت جوش و خروش کے ساتھ منائے جاتے ہیں جن میں لوگوں کی کثیر تعداد حصہ لے کر اپنی تہذیب و ثقافت سے محبت کا والہانہ اظہار کرتی ہے۔ اس افسانے میں مصنف بھی ہارون آباد میں ایک روایتی میلے کا ذکر کرتے ہیں کہ لوگ اس میلے کو دیکھنے کے لیے نہ جانے کہاں کہاں سے آتے ہیں:

"میلے کی رات میں اور محسن گھومنے کے لیے R4 نہر پہ چلے گئے۔ ہارون آباد R4 نہر کے کنارے آباد ہے، مشرق میں اس شہر کے کنارے جہاں ہارون آباد کی حدیں ختم ہوتی ہیں وہاں ایک وسیع و عریض میدان ہے اس میدان میں سالانہ میلا لگتا ہے"۔(۵)

Vol. 5 No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

"تنکے اور طوفان" میں ذکاء الرحمن نے دوستوں کے پیار و محبت اور خلوص کو بڑے بھرپور انداز میں دکھایا ہے جیسے کہ نام "تنکے اور طوفان" اپنے اندر بہت وسعت رکھتا ہے کہ صحرا میں چلنے والے طوفان زندگیوں کو کیسے نگل جاتے ہیں، قدرتی آفات کو مصنف نے علامتوں کے ذریعے اس طرح بیان کیا ہے:

> " یہ وہی طوفان ہے جو مروٹ کے صحرا میں آیا تھا، جو ہمالیہ کے دامن میں گر جاتا تھا، جس نے مشرقی پاکستان میں کئی زندگیوں کا موت سے سودا کیا تھا، جو افریقہ کے ویرانوں میں چنگھاڑا تھا اور جس نے جزیرہ ہوائی کے ساحلوں پر تباہی مچائی تھی۔۔۔ یہ وہی طوفان۔۔۔۔"۔(۶)

"صحرا کی زنجیر" کا مرکزی کردار ایک ڈاکٹر ہے جو بہاول پور کے قریب صحرائے مروٹ میں تعینات کیا جاتا ہے۔ اپنی ساڑھے چار سال سروس میں وہ اس مٹی سے محبت کرنے لگتا ہے اور وہاں کے ماحول میں اس طرح گھل مل جاتا ہے گویا وہ ایک چولستانی باشندہ ہو:

> "وہ ان دنوں بہاولپور کے ڈائریکٹر ہیلتھ کی ہدایت کے مطابق صحرائے مروٹ کے مختلف قبائل کے خون کے نمونے جمع کر رہا تھا تاکہ یہ پتہ چلایا جاسکے کہ زرد بخار پھیلانے والے جراثیم ان لوگوں کے خون میں شامل ہیں یا صحرائی ہوا میں پیدا ہوتے ہیں"۔(۷)

ذکاء الرحمن نے اپنے افسانوں میں جنوبی پنجاب کے ماحول کی عکاسی اتنے خوبصورت انداز میں کی ہے کہ شہر کا نام سنتے ہی وہاں کا ماحول، مناظر، طرز بود و باش سب نگاہوں کے سامنے آجاتے ہیں۔ "سرحد" میں بیکانیر، مروٹ اور صحرا کے مقامی ماحول کی عکاسی اس طرح کی ہے کہ صحرا کا منظر پوری جزئیات کے ساتھ قاری کی نظروں کے سامنے آجاتا ہے:

> " شمال، مشرق اور جنوب میں صحرائے مروٹ کی خشک، اکڑ زمین کا ایک وسیع قطعہ پھیلتا چلا گیا تھا۔ اس بے آب و گیاہ قطعے میں چند سخت جان، سرخ صحرائی جھاڑیوں کے علاوہ جن میں سے ہوا نوحے بکھیرتی ہوئی گزرتی تھی اور کچھ نہ تھا"۔ (۸)

ذکاء الرحمن نے جنوبی پنجاب کے معاشرے میں وقوع پذیر ہونے والے چھوٹے چھوٹے حادثات کا بغور مطالعہ کیا اور انھیں افسانوی رنگ دینے کی سعی کی جیسے "اکیلی کونج کا گھونسلہ" میں ایک چھوٹے سے پہلو کو نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے کہ اگر انڈوں کو کسی انسان کا ہاتھ لگ جائے تو اس میں سے بچے نہیں نکلتے۔ افسانے میں اس حقیقت کو بھی آشکار کیا گیا ہے کہ انسان جب کسی جرم کا مرتکب ہو جائے تو احساس جرم اس کے ضمیر کو وقتاً فوقتاً کچوکے لگاتا رہتا ہے۔ افسانے کا مرکزی کردار چن ڈھوک کا چھوٹا سا لڑکا ہے۔ لڑکا صحرائی جھاڑیوں کے جھنڈ سے کونج کے انڈے اٹھا لیتا ہے معاً اسے احساس ہوتا ہے کہ اس نے انڈہ اٹھا کر اچھا نہیں کیا:

> "اس نے چن ڈھوک کے لمبی لمبی ڈاڑھیوں والے بوڑھوں سے سنا تھا کہ کسی پرندے کے انڈے کو ایک دفعہ چھو لیا جائے تو پرندے کی ماویں اس انڈے کو سینا ترک کر دیتی ہیں"۔(۹)

مصنف نے بڑی مہارت سے ایک چھوٹے سے پہلو کو جنوبی پنجاب کی معاشرت سے جوڑا ہے اور یہ باور کروایا ہے کہ دانش لوگوں کے صدیوں کے تجربات کی کوکھ سے جنم لیتی ہے۔

Vol. 5 No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

"صورت گر"، "کن"، مشمولہ " میں اور زمین" میں مصنف محنتی، جفاکش اور سادہ دل لوگوں کی داستان بیان کرتا ہے محبت اور ایمان داری سے کام کرنے والے لوگ اللہ کے نزدیک اتنے ہی پسندیدہ ہیں جتنی برگزیدہ ہستیاں۔ سرائے کے مالک کی بیوی بے اولاد ہے لیکن وہ سرائے میں آئے ہوئے دو مسافروں کو دیکھ کر خواہش کرتی ہے کہ کاش اس کا ایسا بیٹا ہو جو اسے خانہ کعبہ میں حج کروائے۔ ایک مسافر تختی پر برگزیدہ ہستیوں کے نام اس طرح لکھتا ہے کہ سرائے کے مالک کی صورت بن جاتی ہے۔ جب وہ یہ تختی مسجد کے امام کے پاس لیکر جاتی ہے تو وہ اس کو بہت بڑا گناہ کہتے ہیں تختی کو دور زمین پر پھینک دیتا ہے۔ وہ بوڑھی تختی اٹھا کر صاف کر کے اپنے گھر لے جاتی ہے۔ مصنف نے صحرا کے معصوم اور سادہ لوگوں کو خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔

افسانہ "بابا نورا" ذات کے اندر میں شامل ہے۔ اس افسانے کا مرکزی کردار خود مصنف ہے جس نے معاشی تنگ دستی سے عاجز آ کر ہارون آباد کے ایک نواحی گاؤں کا رخ کیا۔ ہارون آباد کے سوداگر نے اس کی مدد کی اور اپنے چچا (بابا نورا) کے پاس لے گیا۔ بابا نورا تنگ دستی اسے ایک باغ دو سو روپے کے عوض ایک سال کے لیے دے دیا۔ مصنف نے اس افسانے میں جنوبی پنجاب کے دیہات کے جذبات واحساسات کی عکاسی نہایت خوبصورت انداز میں کی ہے:

> "ہارون آباد میں کپڑے کا ایک چھوٹا سا سوداگر ہے اور سوداگری عموماً جذبات کو کھڑکھڑاتے نوٹوں میں دفن کر دیتی ہے لیکن اس شخص میں کسی قدر خلوص ہے، کتنی ہمدردی۔۔۔ کتنی محبت۔۔۔ جس سرزمین کی فضائیں تاجروں کے دلوں پر بھی روپے کی میل نہ جمنے دیتی ہوں"۔(۱۰)

مصنف ہارون آباد کے سوداگر کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہاں کے سوداگروں کے دل و دماغ دنیاوی دولت کی ہوس سے پاک ہیں اور جہاں یہ خصوصیت پائی جائے وہ جگہ فردوس کے ٹکڑے کی مانند ہے۔ ایسی سرزمین پر اگر کام نہ ملے، روٹی نہ ملے تو کوئی پروا نہیں۔ کم از کم وہاں انسان تو ملے۔ مصنف نے جنوبی پنجاب کی سرزمین کو ایک آئیڈیل خطے کے مانند دکھایا ہے جہاں مادی آلائشوں کی جگہ محبت، ہمدردی نے لے رکھی ہے۔

افسانہ " ڈپٹی کمشنر" مشمولہ "ذات کے اندر" میں جنوبی پنجاب کے لوگوں کی پسماندگی، غربت و جہالت اور دقیانوسیت کا ناقابل بیان مرقع ہے۔ اس میں جنوبی پنجاب کی معاشرت کے طاقت ور لوگوں کے استحصالی رویوں پر نہ صرف ضرب کاری لگائی گئی ہے بلکہ ان جعلی پیروں کو بھی بے نقاب کیا گیا ہے جو دن کے اجالے میں پگڑیوں کے اونچے اونچے طغرے لہراتے ہوئے دینی تعلیمات کی تبلیغ کرتے ہیں مگر ان کے باطن میں ایک بھیانک شیطان موجود رہتا ہے۔ وہ پیر، عادات واطوار کے لحاظ سے نہایت کرپٹ ہیں جو ایک طرف قوالیوں کا انعقاد کرتے ہیں تو دوسری طرف موسیقی اور مجروں سے محظوظ ہوتے ہیں۔

اس افسانے کا مرکزی کردار مسعود جمال ہے جس کی تعیناتی بحیثیت ڈپٹی کمشنر بہاول نگر میں ہوئی تھی۔ انھوں نے اس افسانے میں بہاول نگر کی جغرافیائی صورت حال اور تہذیب وثقافت کی عکاسی نہایت عمدہ پیرائے میں کی ہے۔

> "بہاول نگر ایک دور افتادہ پر اسرار سا ضلع تھا اس کی سرحدیں ہندوستان کی ریاست بیکانیر سے ملتی تھیں۔ یہ سلیمانکی ہیڈ ورکس سے لیکر صحرائے مروٹ کے آخری گوشوں تک پھیلا ہوا تھا۔ ستلج ویلی پروجیکٹ کے تحت اگرچہ اس ضلع کا غالب حصہ زرعی کاشت کے قابل بن گیا تھا لیکن پھر بھی وہاں ریت کے اونچے اونچے ٹیلے، میلوں تک پھیلے ہوئے چٹیل اور بنجر میدان۔۔۔"۔(۱۱)

Vol. 5 No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ذکاءالرحمن اپنے ہم عصر افسانہ نگاروں میں فنی و فکری سطح پر انفرادی مقام رکھتے ہیں۔ انھوں نے اسلوب کے روایتی سانچے سے انحراف برت کر اپنے عہد کی صورت حال کے اظہار کے لیے نہ صرف نئے نئے فنی وسائل تلاش کیے ہیں بلکہ نئی لفظیات کو بھی وضع کرنے کی سعی کی ہے۔ انھوں نے دنیا کی مختلف تہذیبوں اور عہد ساز شخصیات کا مطالعہ کیا۔ وہ ایک وسیع المطالعہ شخص ہیں۔ اس لیے ان کی تحریروں میں کائنات کے اسرار ورموز کو منکشف کرنے کی سعی پیہم ملتی ہے۔

ذکاءالرحمن نے اپنے افسانوں میں جنوبی پنجاب میں مستعمل الفاظ اس ہنر مندی اور مہارت سے استعمال کیے ہیں کہ قاری کو اجنبیت کا احساس تک نہیں ہوتا بلکہ قاری ان سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ مصنف کا یہ انداز انھیں دوسرے مصنفین سے قدرے مختلف کرتا ہے۔ انھوں نے سرائیکی اور جنوبی پنجاب میں بولی جانے والی زبان کا بھرپور استعمال کیا ہے۔ ان الفاظ کا بے جا استعمال ان کا اپنی مادری زبان سے محبت اور جذباتی وابستگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ انھوں نے جنوبی پنجاب کی ثقافت اور معاشرت کی عکاسی خوب صورت انداز میں کی ہے۔ ان افسانوں میں لوک گیت اور ماہیے بھی ملتے ہیں جو جنوبی پنجاب کی تہذیب و ثقافت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ "اک جذبہ شعلہ نما" میں لکھتے ہیں:

"دوپتر اناراں دے۔۔۔

ساڈا دکھ سن سن کے

روندے پتھر پہاڑاں دے"۔(۱۲)

افسانہ "گھروں سے نکلنے پر پابندی" میں ایک جگہ یوں لکھا ہے:

"ہرا سمندر

گوپی چندر

بول ری مچھلی کتنا پانی؟

اتنا پانی۔۔۔"۔(۱۳)

افسانہ "رات کا موسم" میں جنوبی پنجاب کے لوگوں کی بول چال اور ذہنی کیفیت میاں بیوی کی تلخ گفتگو کے ذریعے یوں بیان کی گئی ہے:

"توڈی ماں تاں ایس گھر وچ آئی۔ ہیکو چھڈ کہ کیا آکھدی وتی۔۔۔ یہ۔۔۔ تداں کیس دِتا۔۔۔ تے میںڈی امبڑی کیوں تیکو نہ دے گئی"۔(۱۴)

ڈاکٹر انوار احمد ذکاءالرحمن کے متعلق یوں لکھتے ہیں:

"عموماً یہاں کے تعلیم یافتہ لوگ اس ریگ زار کے بارے میں سرائیکی زبان اور اس کے گیتوں کے سلسلے میں معذرت خواہ نظر آتے ہیں مگر ذکاءالرحمن کو بہاول نگر سے عشق ہے"۔(۱۵)

Vol. 5 No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ذکاءالرحمن جنوبی پنجاب کی ثقافت کے اُجڑ اور نیم متمدن باشندوں کے ذہن، زبان اور رسم و رواج کی عکاسی کرتے ہوئے اتنی دور نکل جاتے ہیں کہ اس تمدن کے منفی رویوں کو بھی بے باکی سے اجاگر کر دیتے ہیں جنوبی پنجاب کی معاشرت کی عکاسی کرتے ہوئے زبان و بیان، کرداروں کی وضع قطع اور اس ماحول کی عکاسی کرتے ہوئے وہ قارئین کو ایسی دنیا میں لے جاتے ہیں جہاں ہم اس دنیا کے مسائل اور مصائب کو چھو کر دیکھ سکتے ہیں۔ جنوبی پنجاب کی معاشرت کی عکاسی کرتے ہوئے ان کرداروں کی زبان سے گالیاں کہانی کی بنت میں پیوست نظر آتی ہے۔ افسانہ "سرحد" میں شانو کی زبان سے یوں کہلواتے ہیں:

"امبڑی کپتی تھیوے۔ اس بھین پاڑ میرن دے نال تیری تعلقات کیتے تیرا انجام بدنہ کر دیوے"۔(۱۶)

افسانہ "سرخ جھنڈی" میں جنوبی پنجاب کی زبان ایک کردار کے ذریعے یوں کہلواتے ہیں:

"منہ تاں ویکھ چھوآردا۔ شیر ویکھیندا آئی کہ نائیں"۔(۱۷)

افسانہ "صحرا کی زنجیر" میں اس گیت کو پیش کیا ہے جو اس قبیلے کی عورتیں چاندنی راتوں میں ریت کے ٹیلوں پر گاتی تھیں:

"مرے ہونٹ ناگن کے ایسے سرخ ہیں

میں پھنیر ناگن کی بل کھاتی ہوں

تم میرے نزدیک کیوں آتے ہو"۔(۱۸)

ذکاءالرحمن جنوبی پنجاب کی معاشرت و ثقافت کی عکاسی کسی سیاح کی مانند نہیں کرتا بلکہ اسے اپنے ماحول، روایات اور ثقافت سے عشق ہے۔ اُس کی سوچ ان روایات میں ڈوب کر ابھرتی ہے تو کہانی جنم لیتی ہے۔ یہ ثقافت ان کی روح کی گہرائیوں میں حلول کر چکی ہے۔ یہ نوسٹلجیائی شعور، ان کی تخلیقات کے باطن میں اتر کر اس معاشرت کے حقیقی خدوخال دکھاتا ہے۔ اس ثقافت کی کئی آوازیں ہیں جو مصنف ہم سے شیئر کرنا چاہتا ہے بھتیرے حقائق ہیں جو زندگی کے اسرار ہم پر کھولتے ہیں۔ جنوبی پنجاب خصوصاً بہاول پور، فوٹ عباس، بہاول نگر، ہارون آباد اور ستلج یہ وہ علاقہ جات ہیں جہاں کا ماحول، روایاتِ صحرا اور روزمرہ کے واقعات ان کی کہانیوں کے موضوع بنتے ہیں۔ ذکاءالرحمن جزئیات تلاش کر کے اسے اکٹھے کرنے کا ہنر جانتے ہیں وہ موضوع تلاش کر کے ادبیت عطا کرنے کا ہنر جانتے ہیں یوں اس کا ادب صرف جنوبی پنجاب کی تہذیب و ثقافت تک محدود نہیں رہتا بلکہ جزئیات کو کلیات میں پرو کر عالمگیری ادب کے سانچے میں ڈھال دیتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ انوار احمد، ڈاکٹر، اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۰ء، ص:۵۹۱
۲۔ ذکاءالرحمن، ذکاءالرحمن کے افسانے (کلیات)، لاہور: کلاسیک، ۲۰۱۰ء، ص:۲۶
۳۔ ایضاً، ص:۴۷
۴۔ ایضاً، ص:۱۸۴
۵۔ ایضاً، ص:۱۸۱
۷۔ ایضاً، ص:۱۹۸
۷۔ ایضاً، ص:۲۲۸

Vol. 5 No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

۸۔ ایضاً، ص:۳۳

۹۔ ایضاً، ص:۱۲۵

۱۰۔ ذکاءالرحمن، ذات کے اندر، لاہور: کلاسیک، ۲۰۱۰ء، ص:۱۶۹

۱۱۔ ایضاً، ص:۱۴۲

۱۲۔ ایضاً، ص:۲۳۷

۱۳۔ ایضاً، ص:۴۹۳

۱۴۔ ذکاءالرحمن، ذکاءالرحمن کے افسانے (کلیات)، ص:۱۰۷

۱۵۔ انوار احمد، ڈاکٹر، اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ، ص:۵۹۱

۱۶۔ ذکاءالرحمن، ذکاءالرحمن کے افسانے (کلیات)، لاہور: کلاسیک، ۲۰۱۰ء، ص:۳۳

۱۷ ایضاً، ص:۶۲

۱۸۔ ایضاً، ص:۲۲۱